بیاد
محدثِ کبیر عالمِ ربّانی حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

محرم الحرام ۱۴۳۳ھ دسمبر 2011ء

- حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
- علمائے حق کی اہل باطل کے خلاف قلمی جدو جہد
- مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے نامور تلامذہ کی علمی خدمات
- علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی مکتوبات اور تذکرہ وسوانح حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ پر تبصرہ
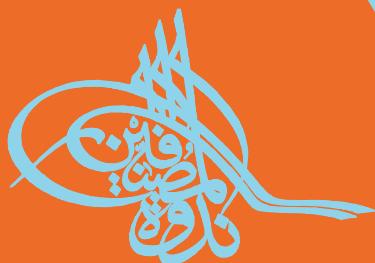
جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

قاسمِ جُودوسخا، منبعِ رُشدوہُدیٰ

مفتی محمد سعید خان

دل سوختہ ، لب دوختہ ، ان کی مدد یا ذالمنن
اے خوش سخن ، شاہِ زمن ، مولائے ما ، جَدِّ حَسَن

جن کے نزار و زار تن ہیں زینتِ دار و رسن
ان کا صلہ ، ان کی جزا، اے معدنِ عدل و امن

جن کے گلے کاٹے گئے ، انکارِ جبر و ظلم پر
ان کا بھی لیجیے انتقام ، اے فاتحِ دورِ فتن

ہے جن کے خونِ گرم پر ، اَصل و بِنائے اِنقلاب
اُن پر بھی چشمِ اِلتفات ، اے کم سخُن ، خارا شِکن

جن کے کفن ہیں خوں چکاں ، جن کے بدن ہیں زخم زخم
چشمِ شفاعت کے لیے ، سائل ہیں اے خُلقِ حسن

جن کی زباں کھینچی گئی ، حق گوئی کی پاداش میں
ان پر کرم ، ان پر کرم ،ان پر کرم باطل شکن

بازوئے شَل سے جو چلے کرنے لِوائے حق بُلند
ان کی طرف بھی اِک نظر اے دُرِّ ہستی را عدن

بیداریِٔ اِدراک کی قیمت، جنہیں دینی پڑی
ان کا گنہ ، ان کی خطا، اے صاحبِ شرع وسنن؟

اے قاسمِ جود و سخا ، اے منبعِ رُشد وہُدیٰ
سرمایۂ قلبِ سعیدؔ، نورِ مبین کی ہر کرن

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

لاہور

جلد نمبر: 4	محرم الحرام ۱۴۳۳ھ دسمبر 2011ء	شمارہ نمبر: 3

نگران

حضرت اقدس مولانا **سید رشید میاں** دامت برکاتہم

مدیر

مفتی محمد سعید خان

مجلس مشاورت

- مولانا شیر الرحمٰن
- مولانا حبیب اللہ اختر
- محمد اورنگ زیب اعوان
- کمپوزنگ: سہیل عباس خدامی

رابطہ نمبر: 0333-8383337
0333-8383336

E.Mail: alnadwa@seerat.net
www.seerat.net

زرتعاون

فی شمارہ: 30 روپے، ششماہی: 150 روپے، سالانہ: 300 روپے

بیرون ملک

امریکہ، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ
ویسٹ انڈیز، ناروے وغیرہ 30 امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط
بحرین، ایران، عمان، انڈیا وغیرہ 25 امریکی ڈالر
بنگلہ دیش 20 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر: 0060-0081-002374-01-9
الحبیب بینک پاکستان

پتہ برائے خط وکتابت وترسیل زر

دفتر ماہنامہ الحامد: الندوہ ایجوکیشنل ٹرسٹ، مین مری روڈ، چھتر، اسلام آباد پاکستان 46001

مولانا نعیم الدین طابع وناشر نے پرنٹ یارڈ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''الحامد'' لاہور سے شائع کیا

فہرست مضامین

اداریہ

حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدیر کے قلم سے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی وہ مظلوم شخصیت ہیں، جن کی آج تک کوئی ایسی سوانح عربی فارسی یا اُردو زبان میں نہیں لکھی گئی، جو ان کے شایان شان ہو۔ کچھ حضرات نے ان کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کردیے ہیں اور کچھ حضرات نے ان کی شخصیت پر لگائے جانے والے الزامات کا دفاع کیا ہے۔ ان کے زمانے میں اسلام کو کیا عروج ملا، ان کی شخصیت اور تصویر کے مختلف اجزاء ـــــ جو پوری تاریخ اسلام کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں ـــــ میں باہمی ربط کیا ہے، ان کا دور حکومت کیسا تھا، امیر شام ہونے اور جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ان کی بیعت کرلی تھی تو اس وقت ان کی حیثیت میں کیا فرق آ گیا تھا، بعض لوگوں کو انہوں جو سزا دی تھی اس کا سبب کیا تھا، یزید کو جانشین کیوں مقرر کیا گیا تھا، انتقال کیسے ہوا تھا؟ یہ تمام سوالات اپنے جوابات چاہتے ہیں لیکن ابھی تک کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں آیا جو متقدمین کی کتابوں کو کھنگالے، اس موضوع پر مطالعے کا حق ادا کرے، تمام اعتراضات کے تسلی بخش جوابات لکھے اور اس مظلوم شخصیت کا دفاع کرے۔ ان کی مظلومیت کا حال تو یہ ہے کہ بالعموم ان کی تصویر کشی جس قلم سے کی گئی ہے، وہ قلم ان کے دشمن کے ہاتھ میں تھا اور اس ظالم نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

اس حقیقت کا دوسرا رُخ دیکھیے تو اب آہستہ آہستہ ان کے ایسے چاہنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور

دن بدن بام عروج کی منازل طے کر رہے ہیں، جن کا سرمایۂ علم اردو کی چند کتابوں کے علاوہ کچھ نہیں۔علم اور مطالعے کی گہرائی تو کجا انہوں نے العقد الفرید، المعارف، البدایۃ والنہایۃ اور الکامل لابن الاثیر کا نام تک نہیں سنا۔تاریخ سے بے خبری بھی اگرچہ ان کا ایک جرم ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر ان کا جرم یہ ہے کہ حضرات اھل السنۃ والجماعۃ کثر اللہ سوادھم نے کتب عقائد میں حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا جو مقام متعین کیا ہے، یہ بے علم مخلص اس مقام تک سے بے خبر ہیں، اور اس روش کا نتیجہ یہ ہے کہ اس نسل کے کئی ایک ذہین، جوشیلے، مخلص لیکن حقائق وعقائدِ اھل السنۃ والجماعۃ سے بے خبر نوجوان، انہیں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ہی نہیں لاتے بلکہ حضرت خلیفۂ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر انہیں ترجیح دیتے ہوئے، ان کی افضلیت کے بھی قائل ہوتے جارہے ہیں۔

یہ دونوں طریقے درست نہیں ہیں، کسی بھی شخص کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کرے وہ بہرحال صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام، ہادی، مہدی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ امیر اور اپنے بعد آنے والوں سے کہیں اعلیٰ وارفع رہے ہیں اور نہ ہی یہ طرزعمل درست ہے کہ ان کا موازنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کیا جائے کہ وہ بلاشبہ ان سے افضل، سابقون الاولون میں سے ایک نہایت قابل احترام ہستی، مہاجر، بدری، احدی، غزوہ خندق میں شریک، بیعت رضوان میں شامل، دامادرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور چوتھے خلیفہ راشد تھے۔اھل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ان دونوں انتہاؤں کے بیچ میں اعتدال کا ہے۔وہ بحیثیت صحابی دونوں حضرات کا ادب واحترام کرتے ہیں دونوں کو رضی اللہ عنہ کے مبارک الفاظ سے یاد کرتے ہیں لیکن فرق مراتب بھی کرتے ہیں اور امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہ صرف افضل بلکہ مجتہد مصیب مانتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرۂ خیر کی آڑ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ہستی کو نشانہ تنقید بنانا اور پھر اس سے بھی مزید آگے بڑھ کر حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنا یہ ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک نہیں ہے۔

تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب اور ان کی محبت ہمارے ایمان کا جزو ہے اور ہم اس محبت و ادب سے ایسے کسی ایک شخص کے استثناء کے لیے بھی تیار نہیں ہیں، جس کی آنکھوں نے حالت ایمان میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور کی زیارت کی ہو، ان کی صحبت اُٹھائی ہو یا اس پر خواہ ایک لمحے ہی کے لیے کیوں نہ سہی، نگاہ رسالت پڑی ہو۔ حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو تعظیم دینا اور ان کے حقوق کو ماننا ہمیشہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابرین کا مسلک وشعار رہا ہے اور ان کی قدر کو کھونا، ان کی عیب جوئی اور حقوق کی عدم ادائیگی ہمارا نہیں، نواصب کا عقیدہ اور طریقہ کار ہے۔

ہم اہل السنۃ والجماعۃ آج بھی اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم ـــــ جن میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات، صاحبزادیاں، داماد اور ان کی اولاد، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اور ان کی اولادیں بھی شامل ہیں ـــ کے کفش بردار اور ان کی محبت کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ ہمارا مؤقف وہی ہے جو امام اہل السنۃ حضرت مجدد الف ثانی سرھندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اب ہم اصل بات بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اہلِ بیت کی محبت کا نہ ہونا اہل سنت کے حق میں کس طرح گمان کیا جاسکتا ہے جب کہ یہ محبت ان بزرگواروں کے نزدیک ایمان کا جزو ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔ اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری وباطنی علوم کے عالم تھے اکثر اوقات اہلِ بیت کی محبت کے لیے ترغیب فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کا خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے اس کی بڑی رعایت کرنی چاہیے، ان کے مرض الموت میں یہ فقیر حاضر تھا جب ان کا معاملہ انجام کو پہنچا اور اس

جہان کا شعور کم ہو گیا تو اس وقت فقیر نے ان کی بات (محبت اہل بیت) کو انہیں یاد دلایا اور اس محبت کے بارے میں اُن سے دریافت کیا تو اس بے خودی کے عالم میں انہوں نے فرمایا کہ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں، اس وقت میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ اہل بیت کی محبت اھل السنة والجماعة کا سرمایہ ہے، مخالف لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور ان کی محبتِ متوسط سے جاہل ہیں، مخالفوں نے اپنی افراط کی جانب کو اختیار کیا ہے اور افراط کے سوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم کیا ہے اور خوارج کا مذہب سمجھا ہے، نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان حدِ وسط ہے جو حق کا مرکز اور صدق کا موطن ہے اور اھل السنة والجماعة شکر اللہ سعیھم کو نصیب ہوا ہے۔"①

---

① بر سر اصل سخن رویم و گوئیم چگونہ عدم محبت اہل بیت در حق اہل سنت گمان بردہ شود کہ آن محبت نزد این بزرگواران جز و ایمان ست و سلامتی خاتمہ را برسوخ آن محبت مربوط ساختہ اند والد بزرگوار این فقیر کہ عالم بودند بعلم ظاہری و بعلم باطنی در اکثر اوقات ترغیب بمحبت اہل بیت می فرمودند و می فرمودند کہ این محبت را در سلامتی خاتمہ مدخلیتے ست عظیم نیک رعایت آن باید نمود در مرض موت ایشان این فقیر حاضر بود چون معاملۂ ایشان بآخر رسید و شعور باین عالم کم ماند فقیر در آن وقت سخن ایشان را بیاد ایشان داد و از ان محبت استفسار نمود دران بے خودی فرمودند کہ غرق محبت اہل بیتم شکر خدا عز و جل دراں وقت بجا آوردہ شد محبت اہل بیت سرمایۂ اہل سنت ست مخالفان ازایں معنی غافل اند و از محبت متوسط ایشان جاہل اند جانب افراط را خود اختیار کردہ اند و ماوراء افراط را تفریط انگاشتہ حکم بخروج نمودہ اند و مذہب خوارج انگاشتہ اند ندانستہ اند کہ درمیان افراط و تفریط حدیست وسط کہ مرکز حق ست و موطن صدق کہ نصیب اہل سنت گشتہ است شکر اللہ تعالیٰ سعیھم (مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، مکتوب نمبر 36، ص: 76)

اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم، خواہ وہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہوں یا صاحبزادیاں اوران کی اولادیں رضی اللہ عنہم اجمعین، میں سے کسی ایک سے بھی نفرت وبغض ایسا شدید گناہ ہے کہ اس کا مرتکب اپنی آخرت تو داؤ پر لگا ہی دیتا ہے، دنیا میں بھی اس کبیرہ گناہ کے اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ ان حضرات وخواتین رضی اللہ عنہم کے معائب کی جستجو، پھران کی تشہیر اور بہت سی ایسی روایات جو اہل تحقیق کے نزدیک پایہ ثبوت سے فروتر ہیں، ان کو بلا کھٹک بیان کرنا شدید خطرے سے خالی نہیں۔ اس لیے ہماری آئندہ کی جوان نسل کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ روایات کی تحقیق کر کے انہیں اپنے جلسوں اور تقاریر میں بیان کریں تاکہ جو لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ گمراہی سے محفوظ رہیں۔ تحقیق روایات کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہمارے مقررین اپنے مداحوں اور دوستوں کے حلقوں سے باہر نکلیں۔ اپنا وقت ضائع کرنے سے گریز کریں۔ اگر پہلے سے ہی قدرتی طور پر جذبۂ تحقیق سے نوازے گئے ہیں تو پھر تو سبحان اللہ اس انعام خداوندی کے کیا کہنے وگرنہ یہ جذبہ خود اپنے اندر پیدا کریں۔ اپنے گھروں، مساجد اور مدارس میں کتب خانے بنائیں اور جب ان کی راتیں تحقیق کے میدان میں سحر میں تبدیل ہونے لگیں، تو پھر روایات کی جانچ عوام میں بیان کریں۔ وگرنہ ہر وہ شخص جس نے بحالت ایمان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے یا ان کی صحبت طیبہ میں رہا ہے یا ان کی نگہ بابرکت اس پر پڑی ہے اور پھر ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال بھی ہوا ہے، اس صحابی رضی اللہ عنہ سے نفرت یا بغض یا اس کا تذکرہ بانداز حقارت کرنا ایسا شدید گناہ ہے جو کبھی کبھی سلب ایمان پر جا کر منتج ہوتا ہے۔ حضرات اہل بیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہی شامل تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہمیشہ اچھائی اور خوبی کے ساتھ کرنا، اہل السنۃ والجماعۃ کے شعائر میں سے ہے۔

ان نفوس قدسیہ سے بغض کس قدر نقصان کا موجب بنتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے بارے میں

یہ آیت کریمہ نازل کی تھی۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ　　　　بلاشبہ جو آپ کا دشمن ہے، وہی دُم کٹا ہے۔

(پ: ۳۰، سورۃ: الکوثر، آیت: ۳)

''دُم'' سے مراد ''اولاد'' ہے یعنی اس کی اولاد اور نسل باقی نہیں رہے گی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کے مخالفین، آپ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہنے کی وجہ سے پھبتیاں کستے تھے کہ چونکہ محمد (ﷺ) کے لڑکے زندہ نہیں رہتے، تو ان کی نسل بھی دنیا میں باقی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سید الکونین ﷺ کو خبر دی کہ یہ پھبتی کس کر آپ کی توہین کرنے والوں ہی کی نسل باقی نہ رہے گی۔

ٹھیک یہی معاملہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی ہوا کہ جن جن لوگوں نے ان کی توہین کی یا ان کی نسل کو مٹانے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کو خود ہی ''دُم کٹا'' کر دیا۔ چنانچہ آج دنیا کے ہر ہر کونے میں سادات کرام رحمہم اللہ موجود ہیں اور ان کے مخالفین کا تو ایسا قلع قمع ہوا کہ ان کی نسلوں میں سے کوئی ایک شخص بھی باقی نہ بچا۔ اور یہ مخالفین اہل بیت اتنے بدنام ہوئے کہ آج تک کوئی سنی مسلمان ان سے اپنی نسبت تک برداشت نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ ان ظالموں کی زندگیوں میں ہی نہ ان کے لیے کوئی پانی دیوا رہا اور نہ ہی ان کے موت کے بعد ان کا نام لیوا۔ اعاذنا اللہ من اعداء الصحابۃ واھل البیت الکرام رضی اللہ عنہم۔

اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے بغض کی ایک دوسری مثال یہ بھی پڑھ لینی چاہیے کہ جن جن لوگوں نے میدان کربلا میں حضرت رسالت مآب ﷺ کی نسلِ سامی کے خون سے ہاتھ رنگے تھے، ان کا کیا ہوا؟

حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما جب میدان کربلا میں خیمہ زن ہوئے ہیں تو پہلا شخص جس نے آپ کے خیمے پر نیزہ مارا تا کہ وہ پھٹ جائے، عمر بن سعد تھا۔ خیمے میں حسینی خواتین بھی تھیں رضی اللہ عنہن اور اگر نہ

بھی ہوتیں تو یہ کچھ کم توہین نہ تھی کہ اس حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا خیمہ تار کیا جائے جو نجباء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عمر بن سعد کو اس حرکت کی دنیا میں سزا دی اور آخرت کا حال تو وہی علام الغیوب بہتر جانتا ہے۔ سزا یہ ملی کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:[1]

حدثنا سليمان بن مسلم أبو المعلى العجلي قال : سمعت أبي : أن الحسين لما نزل كربلاء ، فأول من طعن في سرادقه عمر بن سعد ، فرأيت عمر بن سعد وابنيه قد ضربت أعناقهم ، علقوا على الخشب ، ثم ألهبت فيهم النار.	(سلیمان بن مسلم ابوالمعلیٰ کہتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا) میں نے (واقعۂ کربلا کے کچھ عرصہ بعد) یہ منظر بھی دیکھا کہ عمر بن سعد اور اس کے دونوں بیٹوں کی گردنیں اڑا دی گئیں اور ان کی لاشوں کو شہتیر پر لٹکا دیا گیا۔ پھر اس کے بعد ان لاشوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔

واقعۂ کربلا جب پیش آیا ہے تو اس وقت کوفہ کا گورنر عبید اللہ بن زیادہ تھا۔ اس نے ظلم کا جو بازار گرم کیا اس کا تذکرہ کتب احادیث میں بآسانی مل جاتا ہے۔ تاریخ سے تو تواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ شخص نہایت منہ پھٹ اور بے ادب تھا۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر مبارک کی توہین اپنی چھڑی سے کرتا رہا اور آپ کی ناک کو چھیڑتا رہا۔ پھر اس کا اپنا انجام واقعۂ کربلا کے صرف پانچ برس کے بعد وہ ہوا جو حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع ترمذی میں لائے ہیں، حضرت عمارہ بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جب عبید اللہ بن زیادہ اور اس کے دوستوں کے سر کاٹ کر ایک چوراھے کی مسجد کے صحن میں ترتیب سے لگائے گئے تو میں بھی ان سروں کو دیکھنے کے لیے گیا۔ لوگ کہہ رہے تھے

---

[1] التاريخ الصغير ، عصر ما بين الستين إلى السبعين ، ج:١، ص:١٧٨.

''آ گیا''،''آ گیا'' تو میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آیا اور وہ سروں کے درمیان سے گذر کر عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا۔ پھر وہ کچھ دیر اس کے نتھنوں کے اندر گھسا ہی رہا۔ پھر وہ نکلا اور چلا گیا۔ پھر شور مچا کہ وہ ''آ گیا'' تو وہ سانپ پھر آیا اور اس نے عبید اللہ بن زیاد کے سر کے ساتھ ایسے ہی کیا اور یہ واقعہ دو یا تین مرتبہ پیش آیا۔ ①

جس بد بخت نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر مبارک کے ساتھ یہ بے ادبی کی تھی اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں دکھا دیا کہ اس کے سر پر سانپ کا عذاب مسلط کر دیا گیا۔ قبر میں عبید اللہ کے ساتھ کیا ہوا ہوگا؟ یہ تو بس اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔

اس عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آیا کرتا تھا حتیٰ کہ ایک صحابی حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو تو اس نے وہ جملہ کہا جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مشتمل ہے۔ ایک مرتبہ اس عبید اللہ کی نظر حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ پر پڑی تو ان کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔

لو تمہارا یہ محمدی، ٹھگنا، موٹا آ گیا ہے۔

---

①عن عمارة بن عمير التيمي .قوله: عمارة بن عمير قال: لما جيء برأس عبيدالله بن زياد وأصحابه نضدت في المسجد في الرحبة فانتهيت إليهم وهم يقولون قد جاء ت قد جاء ت فإذا حية قدجاء ت تخلل الرؤوس حتى دخلت في منخري عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت ثم قالوا قد جاء ت قد جاء ت ففعلت ذلك مرتين أو ثلاثا. هذا حديث حسن صحيح.(سنن الترمذی، ابواب المناقب ، باب [مناقب الحسن والحيسن عليهما السلام]، رقم الحديث: ٣٧٨٠)

کیا حضرت رسالت مآب ﷺ کی نسبت (محمدی) کوئی مذاق اڑانے کی بات تھی؟ سنن ابوداؤد میں ''کتاب السنۃ'' کے ''باب فی الحوض'' میں یہ طویل حدیث پڑھی جاسکتی ہے۔① یہی وجہ ہے کہ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں اس عبیداللہ بن زیاد اور اس قماش کے بنو اُمیہ کے دیگر لڑکوں کے لیے لعنت کا ذکر کیا ہے② اور اس کے سر اور سانپ کا قصہ تو سبھی ذکر کرتے ہیں۔ حافظ شمس الدین الذھبی رحمۃ اللہ علیہ تو لکھتے ہیں کہ عبیداللہ کے سر میں سانپ گھس گیا اور اسے کھانے لگا۔③

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> کہ جب یہ کٹے ہوئے سر چوک میں لاکر دھرے گئے تو لوگ انہیں دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ اتنے میں ایک اژدھا آیا تو لوگ اس کے ڈر سے چھٹ گئے اور پھر وہ اس عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا۔ پھر اس کے منہ سے نکلا اور بار بار یہی کچھ ہوتا رہا اور یہ

---

①فلما رآه عبيد الله قال: إن محمديكم هذا الدحداح، ففهمها الشيخ، فقال: ما كنت أحسب أني أبقى في قوم يعيروني بصحبة محمد ﷺ! (سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب فى الحوض، رقم الحديث: ٤٧١٦، ج:٥، ص:٢٤٧)

②عمدة القاري، كتاب الفتن، باب قول النبي ﷺ هلاك امتى على يدى اغليمة سفهاء، ج:٢٤، ص:١٨٠.

③عن أبي الطفيل قال: عزلنا سبعة رؤوس وغطيناها، منها رأس حصين بن نمير، وعبيدالله بن زياد، فجئت فكشفتها، فإذا حية في رأس عبيد الله تأكله. (تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام الطبقة السابعه، حرف العين، رقم: ٦٦، عبيدالله بن زياد، حوادث ووفيات، سنة: ٦١-٨٠هج، ص: ١٧٩).

اژدھا آتا تھا پھر چلا جاتا تھا پھر آتا تھا اور پھر غائب ہو جاتا تھا اور کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ اژدھا آتا کہاں سے ہے اور جاتا کہاں ہے۔ ①

حافظ شمس الدین الذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیر أعلام النبلاء'' میں بھی اس عبیداللہ بن زیاد کا تذکرہ لکھا ہے اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اس شخص سے بیزاری کا ذکر بھی کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تھا کہ: ②

تم نہ تو میرے جنازے میں شامل ہونا اور نہ ہی میری قبر پر دعا مانگنے آنا۔

اس کی والدہ مرجانہ کا قول یہاں بھی ہے اور تاریخ کی دیگر کتابوں میں بھی کہ اس نے اپنے اس بیٹے عبیداللہ کو شرم دلائی کہ تم نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی صاحبہ کے بیٹے (حسین بن علی رضی اللہ عنہما) کو شہید کر دیا۔ اب تم جنت میں نہیں جاؤ گے۔

اور اس عبیداللہ کے تذکرے کے آخر پر بہت عمدہ عبارت تحریر فرمائی ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد

---

①عن عمارة بن عمير قال : لما قتل عبيد الله بن زياد أتي برأسه ورؤوس أصحابه ، فألقيت في الرحبة، فقام الناس إليها ، فبينا هم كذلك إذ جاء ت حية عظيمة ، فتفرق الناس من فزعها ، فجاء ت تخلل الرؤوس حتىٰ دخلت في منخري عبيد الله بن زياد ثم خرجت من فيه ، ثم دخلت في فيه وخرجت من أنفه ، ففعلت ذلك به مراراً ثم ذهبت، ثم عادت ففعلت به مثل ذلك مراراً ، فجعل الناس يقولون: قد جاء ت ، قد جاء ت ، قد ذهبت ، قد ذهبت، فلا يدرىٰ من أين جاء ت ولا أين ذهبت. (تاريخ دمشق الكبير،عبيدالله بن زياد بن عبيد، رقم:٤٥٣٩،ج:٢٠،جزء:٣٩ص:٣٤١).

②فمرض ابن مغفل ، فجاء ه الأمير عبيدالله عائداً فقال: أتعهد الينا شيئاً؟قال : لا تصل علي ولا تقم على قبري. (سير أعلام النبلاء، عبيدالله بن زياد، رقم : ١٤٥،ج:٣،ص:٥٤٥).

اور اس کے دوستوں کے سر لائے گئے تو ایک اژدھا آیا اور پھر وہی کچھ ہوا، جو اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: [1]

الشيعي لا يطيب عيشه حتى يلعن هذا ودونه، ونحن نبغضهم في الله ونبرأ منهم ولا نلعنهم، وأمرهم إلى الله.	اہل تشیع کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ اس عبید اللہ اور اس کے دوستوں پر لعنت نہ بھیج دیں۔ جب کہ ہم (اہل السنۃ والجماعۃ) ان پر لعنت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ (مظالم) انہوں نے کیے اسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔

جیسے اس عبید اللہ بن زیاد کو اس کی ماں اس فعل قبیح اور ظلم پر اسے شرم دلاتی تھی، ایسے ہی جن جن لوگوں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے رفقا کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے تھے، ان سب کو اس زمانے کے لوگ عار دلاتے تھے۔ شمر بن ذی الجوشن بھی ان بدبختوں میں سے تھا، جنہوں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کیا تھا۔ ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ:

> یہ شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور دعا مانگتا تھا کہ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں تو شریف (ظلم نہ کرنے والا) آدمی ہوں۔ میرے (اس کربلا والے) گناہ تو معاف فرما۔ تو میں نے اسے شرم دلائی کہ تم نے حضرت نواسۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کیسے بخش دے گا؟ تو شمر بولا کہ ہم لوگ کیا کرتے۔ ہمیں تو حکمرانوں نے یہی کرنے کو کہا تھا۔ اگر ہم یہ کچھ نہ کرتے تو ہمارا

---

[1] سير أعلام النبلاء، عبيدالله بن زياد، رقم: ١٤٥، ج:٣، ص:٥٤٩.

حشر گدھوں جیسا ہوتا۔ ①

شمر کے اس عذر لنگ (Lame Exuse) پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ②

قلت: إن هذا لعذر قبيح ، فإنما الطاعة في المعروف.	یہ معذرت تو بہت بُری ہے۔ حکمرانوں کی اطاعت تو صرف اچھے کاموں میں کی جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لسان المیزان'' میں اس شمر کا تذکرہ لکھا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جو کچھ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزان الاعتدال'' میں لکھا ہے، بعینہ، حرف بحرف وہی کچھ لکھ دیا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ذکر نہیں کیا کہ میں یہ تذکرہ انہی سے نقل کر رہا ہوں۔ ③

صرف تاریخ ہی نہیں حدیث اور تفسیر کی کتابیں، جو آئمہ اہل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ عنہم نے تحریر کی ہیں اس مؤقف سے بھری پڑی ہیں کہ ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور ان کی تعظیم کے قائل ہیں۔ اموی صحابہ ہوں یا ہاشمی، اہل بیت کرام ہوں یا خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین، ہمیں سبھی کے مناقب وفضائل بیان کرنے ہیں۔ ان کے اقدامات کا دفاع کرنا ہے اور اُمت کا جو مسلک ہمیشہ سے رہا ہے، عقائد کے باب میں اس سے سرمو تجاوز نہیں کرنا۔ پچھلے چند برسوں سے کچھ جذباتی

---

① عن أبي إسحاق قال : كا ن شمر يصلي معنا ، ثم يقول: اللّٰهم إنك تعلم أني شريف فاغفرلي. قلت: كيف يغفر اللّٰه لك وقد أعنت علي قتل ابن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم؟قال: ويحك! فكيف نصنع؟إن أمراءَ نا هؤلاء أمرونا بأمر فلم نخالفهم ، ولو خالفناهم كنا شرا من هذه الحمر السقاة. (ميزان الاعتدال ، رقم :٣٧٤٢، شمر بن ذی الجوشن ، ج:٢، ص:٢٨٠)

② ایضاً

③ ملاحظہ ہو(لسان الميزان ، من اسمه شماس وشمر ، رقم :٣٨٢٦، ج:٢،ص:٢٥٩).

لوگ، عقائد اھل السنۃ والجماعۃ سے جوروگردانی کررہے ہیں، وہ مناسب نہیں ہے۔تفسیر واحادیث تو درکنار، تاریخ تک ان کا ساتھ دینے کو تیار نہیں ہے۔انہیں بھی چاہیے کہ اپنا مطالعہ وسیع کریں۔ پڑھیں اور حقائق کو جاننے کی کوشش کریں۔جذبات سے کہیں زیادہ اپنے دل ودماغ کو ٹھنڈا رکھیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عقیدے پر قائم رکھے۔اسی پر خاتمہ ہو، شفاعتِ کبریٰ میں حصہ ملے اور محشر میں حضرات صحابۂ کرام واھل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے جھنڈے تلے اُٹھنا نصیب ہو۔آمین۔

⊛......⊛......⊛

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے لوگوں میں سب سے بہتر انسان اور اس ہستی کے بیٹے جو سب سے اچھی تھی۔

یہ جملہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

دیکھو نہ ہی تو میں سب سے بہتر انسان ہوں اور نہ ہی میں اس ہستی کا بیٹا ہوں جو سب سے اچھی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔اللہ تعالیٰ سے (بخشش کی) اُمید رکھتا ہوں اور (اس کی پکڑ سے) ڈرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم تم لوگ تو کسی شخص کی تعریف کرنے میں اس کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور پھر اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک کہ وہ (مغرور ہو کر) تباہ نہ ہو جائے۔

---

①أن رجلا قال لابن عمر: يا خير الناس وابن خير الناس فقال: ما أنا بخير الناس، ولا ابن خير الناس، ولكني عبد من عباداللّٰه، أرجو اللّٰه، وأخافه، واللّٰه لن تزالوا بالرجل حتى تهلكوه.(سير أعلام النبلاء، عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما، ج:۳،ص:۲۰۳)

قسط نمبر ۷

تفہیم الفرقان

مفتی محمد سعید خان

نزلت فی وفی صاحب لی فی بئر کانت بیننا.

یہ آیت میرے اور میرے ایک دوست کے بارے میں نازل ہوئی تھی ۔ہم دونوں میں ایک کنوئیں کا جھگڑا تھا۔ ①

اس حدیث پر آپ غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اس آیت کریمہ کے شان نزول میں دو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس آیت کریمہ کا حقیقی شان نزول کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ درحقیقت حضرت اشعث رضی اللہ عنہ ہی کے قصے میں نازل ہوئی تھی لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے حکم کو حضرت اشعث رضی اللہ عنہ سے مخصوص کرنے کی بجائے عام مانا اور پھر جب انہوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی اسی مضمون کی سنی ، جو مضمون اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے تو انہوں نے اس آیت اور حدیث کو جمع فرما دیا۔اور یا پھر یہ مان لیا جائے کہ اس آیت کریمہ کے شان نزول میں یہ دونوں واقعات ہیں ۔کسی موقع پر دونوں واقعات یکے بعد دیگر پیش آئے ہوں گے تو دونوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی فہم کے مطابق دو الگ الگ شان نزول بیان کردیے۔

---

① صحیح بخاری ، کتاب الایمان والنذور، باب عهد الله عزوجل، رقم الحدیث : ٦٦٥٩-٦٠

اس موضوع پر مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو۔

① سنن الترمذی ، ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰہ ﷺ

② البرھان للزرکشی رحمۃ اللہ علیہ **جلداول**

③ الإتقان ، **جلداول**

④ بحوث فی علوم التفسیر والفقه والدعوة للدکتور محمد حسین الذھبی وزیر الاوقاف السابق

⑤ التبیان لبعض المباحث المتعلقة بالقرآن علی طریق الاتقان للشیخ ظاھر الجزائری

یہ بحث تو تھی اس بات پر کہ سورتوں کے آغاز میں جو ''مکیۃ'' یا مدنیہ'' لکھا ہوتا ہے تو ان الفاظ سے کیا مراد ہے؟

اب سورۂ فاتحہ کے آغاز میں یہ جو لفظ ''مکیۃ'' (یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی) آیا ہے، اس کی تشریح کی جاتی ہے کہ اس سورۂ مبارکہ ''سورۃ الفاتحہ'' کا نزول کہاں ہوا؟

③ جمہور اہل علم کی رائے ہے کہ سورۂ فاتحہ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی اور بعض حضرات جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مجاہد، امام زہری اور عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہم کی رائے میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔

صحیح بات وہی ہے جو جمہور اہل علم کا قول ہے کہ سورۂ فاتحہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

①اس کے مکی ہونے کی پہلی اور سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ ''سورۃ الحجر'' مکہ مکرمہ ہی میں قبل از ہجرت نازل ہوئی تھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت

رسالت مآب ﷺ پر اپنا ایک احسان ذکر فرمایا ہے:

ولقد اٰتینك سبعا من المثانی والقرآن العظیم.
(پ:١٤،س:الحجر،آیت:٨٧)

اور بلاشبہ ہم نے آپ کو سات ایسی آیات دی ہیں، جن کی تلاوت بار بار کی جاتی ہے اور یہ عظمت والا قرآن بھی دیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے سات آیات سے مراد سورۂ فاتحہ ہی لی ہے تو یقیناً مکہ مکرمہ میں ''سورۂ فاتحہ''، ''سورۂ الحجر'' سے پہلے نازل ہو چکی تھی اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے نازل شدہ سورت (الفاتحہ) کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس لئے ان دونوں سورتوں کی ترتیب اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ ''سورۂ فاتحہ''، ''سورۂ الحجر'' سے پہلے نازل ہو چکی تھی اور ''سورۂ الحجر'' یقیناً مکی سورت ہے تو اس سے قبل کی نازل شدہ سورۂ فاتحہ بھی یقیناً مکی ہی ہے۔

② احادیث وتاریخ کی متعدد روایات اس بات پر گواہ ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم واقعۂ معراج سے پہلے بھی مکہ مکرمہ میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ علامہ سید احمد الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:[1]

ذکر ابن حجر فی شرح الھمزیة أنه علیه السلام کان یصلی بمکة قطعاً و کذا أصحابه.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الھمزیة میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

تو کیا کبھی ایسے بھی ہوا ہے کہ ان حضرات نے کوئی نماز سورۂ فاتحہ کے بغیر ادا کی ہو، کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ

---

① حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلاة،(قوله و کانت قبله)، ج: ١، ص: ١٦٩.

روایت بھی ایسی نہیں ملتی جس میں یہ ثابت ہوتا ہو کہ نماز کبھی سورۂ فاتحہ کے بغیر بھی رہی ہے۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں: ①

لا یعرف في الإسلام صلاة بغیر فاتحة الکتاب.

اسلام میں کسی ایسی نماز کا وجود نہیں ملتا جس میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت نہ ہو۔

اور حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ②

ولم یحفظ أنه کان في الإسلام صلاة بغیر الفاتحة. ذکره ابن عطیه.

اور اسلام کی تاریخ میں کسی ایسی نماز کا تذکرہ محفوظ نہیں جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو، ابن عطیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔

اس لیے جب یہ حضرات مکہ مکرمہ میں نماز پڑھتے تھے تو خواہ وہ نماز واقعۂ معراج سے پہلے کی ہو جبکہ صرف دو نمازیں تھیں اور خواہ وہ واقعۂ معراج کے بعد کی ہو جبکہ پانچ نمازیں فرض تھیں تو ظاہر ہے کہ ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی تھی اس لئے یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ سورۂ فاتحہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی؟ سورۂ فاتحہ یقیناً مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہوئی ہے۔

③ تمام مؤرخین اور سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر کو اسلام کی ترویج کا مرکز ۴ نبوی کے بعد ہی بنایا ہے۔ ③ اس سے پہلے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھتے تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام کا واقعہ بھی اس سن سے پہلے

---

① بصائر ذوي التمیز، بصیرة فی الحمد، ج:۱ ص:۱۲۸.

② الاتقان في علوم القرآن، النوع الأول، فصل في تحریر السور المختلف فیها، ج:۱ ص:۴۶.

① اسماء الرجال کی کتابوں میں عام طور پر یہ لکھا ہوا مل جائے گا کہ ساتواں شخص جس نے اسلام قبول کیا......

کا ہے۔حافظ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الاسلام میں ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ واقعہ لکھا ہے:①

وکان أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا صلوا ذهبوا في الشّعاب واستخفوا بصلاتهم من قومهم،فبينا سعد بن أبي وقاص في نفر بشعب،اذ ظهر عليهم نفر من المشركين وهم يصلّون فناكروهم وعابوا عليهم وقاتلوهم فضرب سعد رجلا من المشركين بلحي بعير فشجّه فكان أوّل دم فى الاسلام.

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (ابتداء اسلام میں) جب نماز ادا کرنا ہوتی تھی تو وہ گھاٹیوں میں چلے جاتے تھے اور مشرکین مکہ سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے،ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص کچھ اور دوستوں رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک گھاٹی میں چھپ کر نماز ادا کررہے تھے کہ اچانک کچھ مشرکین آ گئے اور انہیں حالت نماز میں دیکھ کرانہیں

......حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ تھے ان کا اصل نام عبد مناف بن اسد بن عبد اللہ بن عمر اور کنیت ابوعبد اللہ تھی۔ بدر سے لیکر آخر تک تمام غزوات میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے.صفا پہاڑی کے پاس ان کا گھر تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کا مرکز بنایا تھا اور صحابہ کرام صحابہ رضی اللہ عنہم اس گھر میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرتے رہے ہیں ۔ یہاں تک کہ آخری شخص جس نے اسلام قبول کیا سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے اور اسی کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چالیس پوری ہوگئی اور یہ حضرات اس گھر سے نکل کر میدان میں آ گئے اور کھلے بندوں توحید و رسالت کی دعوت دی جانے لگی۔حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں ایک گھر بھی عنایت فرمایا تھا۔ان کی اپنی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔

(الإصابة حرف الألف ،رقم ٧٣ الأرقم بن أبي الارقم رضي الله عنه . ج : ١١، ص : ١٩٦)

① ٣٩،كتاب المغازى ، ٤ ماجاء في مبعث النبى صلى الله عليه وسلم ، رقم : ٣٧٧١٠، ج: ٢٠، ص : ٢٣٢.

بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور پھر لڑائی پر اُتر آئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی ران کی ہڈی اُٹھائی اور ایک مشرک کو دے ماری، اسے گہرا زخم آیا اور یہ پہلا خون تھا جو کہ اسلام کی تاریخ میں بہا۔

ہمیں اس روایت سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اگرچہ پانچ نمازیں واقعۂ معراج کے بعد ہی فرض ہوئیں لیکن ابتداء اسلام میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز ادا فرماتے تھے۔ تو کیا نماز جو حضرت سعد اور ان کے دوست رضی اللہ عنہم چھپ کر پڑھ رہے تھے ''سورۂ فاتحہ'' کے بغیر ہی ادا ہوتی ہوگی۔ قیاس اس بات کا متقاضی ہے کہ ان نمازوں میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور ہی میں نازل ہو چکی تھی۔

④ ہجرت سے کچھ پہلے مدینہ منورہ کے کچھ نوجوان لڑکے جن کا تعلق قبیلہ بنو سلمہ سے تھا، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، یہ بیعت عقبہ تھی اور اس میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہم بھی تھے، جب یہ لوٹے تو انہوں نے مدینہ طیبہ میں اسلام کی دعوت دینا شروع کی، حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے والد عمرو بن الجموح اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: [1]

فلعله صبأ، قالت: لا، ولكن كان مع القوم،	''شاید تمہارا بیٹا اپنے آبائی دین سے ہٹ گیا ہے''
فأرسل إليه، فقال:أخبرني ماسمعت من كلام	اہلیہ نے کہا: ''نہیں لیکن وہ اپنی قوم کے ساتھ ہے''،
هذا الرجل، فقرأ عليه:﴿الحمدلله رب العلمين﴾	پھر انہوں نے اسے (معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو) بلا بھیجا
إلى قوله تعالى﴿الصراط المستقيم﴾.فقال: ما	اور کہا: ''سنیے آپ نے اس شخص (حضرت رسالت

① دلائل النبوة للحافظ الكبير أبي نعيم الأصفهاني رحمه الله المتوفى سنة ٤٣٠ھ ،الفصل السادس عشر،رقم:٢٢٨،ج:١ص:٣١١.(أسد الغابة ،باب العين والميم،ج:٤ ص:١٩٤).

أحسن هذا وأجمله، وكلّ كلامه مثل هذا؟
فقال: يا أبتاه وأحسن من هذا.

مآب ﷺ) سے کیا سنا؟'' تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں ''الحمدللہ رب العلمین'' سے لیکر ''الصراط المستقیم'' تک سورۂ فاتحہ سنائی۔ عمرو بن جموح بولے: ''واہ، واہ کتنا شیریں اور کیا خوبصورت کلام ہے، کیا اس شخص کا سارا کلام ایسے ہی ہے؟ حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میرے پیارے والدان کے پاس تو اس سے بھی زیادہ بہتر باتیں ہیں۔

کیا مناسب نہ ہوگا کہ آپ ان کی بیعت کرلیں، عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا، اگلے سال بیعت کے لیے حضرت رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے، غزوۂ بدر میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن پاؤں کی معذوری کی وجہ سے ان کے بیٹوں نے انہیں روک دیا لیکن غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور شہادت پائی، انہیں اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا، اس موقع پر حضرت رسالت مآب ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت بھی دی ۔ یہ تمام واقعات اسماء الرجال کی کتابوں میں مل جائیں گے۔

ہمیں تو یہاں پر صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ قبل از ہجرت مدینہ منورہ کے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سورۂ فاتحہ پڑھ رہے ہیں اور اُس میں سے ایک اپنے والد کو بھی سنا رہے ہیں تو اگر یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی تو انہوں نے کہاں سے سیکھی تھی؟

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ سورۂ مبارکہ قبل از ہجرت مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہو چکی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے یاد کرلیا تھا اور ہجرت سے بھی پہلے اس سورت نے مدینہ طیبہ کا سفر طے کرلیا تھا۔

⑤ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جلیل القدر تابعی عمرو بن شرحبیل ① الہمدانی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نقل کی ہے کہ: ②

إن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم قال لخديجة إني إذا خلوت وحدي سمعت نداءً وقد واللّٰه خشيت أن يكون هذا أمرا، فقالت معاذ اللّٰه ما كان اللّٰه ليفعل بك، فواللّٰه إنك لتؤدي الأمانة، واتصل الرحم، وتصدق الحديث، فلما دخل أبوبكر وليس رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ،ثم ذكرت خديجة حديثه له فقالت يا عتيق اذهب مع محمد إلى ورقة، فلما دخل رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم أخذ أبوبكر بيده، فقال: انطلق بنا إلى ورقة، فقال: ومن أخبرك؟ قال: خديجة، فانطلقا إليه، فقصّا عليه، فقال إذا خلوت وحدي سمعت نداء خلفي: يا محمد، يا محمد، فانطلق هاربا في الأرض،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''جب میں تنہا ہوتا ہوں تو ایک آواز سنتا ہوں اور اللہ کی قسم مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں یہ آواز کوئی خطرے کی بات نہ ہو'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے، وہ ہرگز آپ کو خوف میں مبتلا نہیں کرے گا، اللہ کی قسم! آپ امانت میں خیانت نہیں کرتے اور آپ رشتہ داروں کا احترام کرتے ہیں اور آپ اپنے قول کے سچے ہیں''، پھر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ ان سے

---

① ان کی کنیت ابومیسرہ تھی حضرت عمر، علی، حذیفہ، سلمان فارسی اور اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں ان کا نام بہت ممتاز ہے۔ 63ھ میں انتقال ہوا۔ (الإصابه، حرف العين. رقم ٤١ . ٦٥ ج: ٦ . ص: ١١٣)

② دلائل النبوة للبيهقى رحمة اللّٰه عليه، باب أول سورة نزلت من القرآن، ج:٢ ص:١٥٨.

فقال : لا تفعل فاذا أتاك فاثبت حتى تسمع ما يقول ثم ائتني فأخبرني ، فلما خلا ناداه يا محمد قال : بسم اللّٰه الرحمن الرحيم الحمد للّٰه ربّ العالمين. حتى بلغ ولا الضالّين قل : لا اله إلا اللّٰه، فأتى ورقة فذكر ذلك له فقال له : أبشر، ثم أبشر، فانما أشهد أنك الذي بشّر به ابن مريم ، وأنك على مثل ناموس موسى وانك نبيّ مرسل، وانك سوف تؤمر بالجهاد بعد يومك هذا ولئن أدركني ذلك لأجاهدنّ معك ، فلما توفى ورقة ، قال رسول اللّٰه ﷺ: لقد رأيت القسّ فى الجنة عليه ثياب الحرير،لأنه آمن بي وصدقني يعني ورقة.

کیا۔اور فرمایا:''عتیق[1]! آپ محمد ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جائیں''، اتنے میں حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا:''چلیے ورقہ کے پاس چلتے ہیں''، آپ نے فرمایا:''آپ کو کس نے بتایا ہے''، عرض کیا ''خدیجہ رضی اللہ عنہا نے''، یہ دونوں حضرات تشریف لے گئے اور جو ماجرا پیش آ رہا تھا وہ ورقہ کو سنایا اور فرمایا جب میں تنہائی میں ہوتا ہوں تو اپنے پیچھے سے یہ آواز سنتا ہوں''اے محمد۔اے محمد (ﷺ) تو میں پھر جلدی سے بھاگ پڑتا ہوں'' ورقہ بولے:''آپ ایسے مت کیجیے اور آئندہ جو کچھ بھی آپ سے کہا جائے اُسے سنیے اور پھر مجھے آ کر بتایئے''، پھر یہ کیفیت پیش آئی اور تنہائی میں آواز آئی:''اے محمد ﷺ آپ پڑھیے

﴿بسم اللّٰه الرحمن الرحيم، الحمد اللّٰه رب العلمين، الرحمن الرحيم، ملك يوم الدين، اياك نعبد و اياك نستعين، اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين انعمت علهيم، غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾. آپ یہ بھی پڑھیے:''لا اله الا اللّٰه ''،اس کے بعد آپ ورقہ کے پاس آئے اور یہ پورا واقعہ ان کے سامنے رکھا، ورقہ نے کہا:''مبارک ہو، بہت مبارک ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ وہی ہستی ہیں جس کی

---

[1] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اصل اسم گرامی۔

بشارت ابن مریم علیہا السلام نے دی تھی، آپ کی رسالت ایسی ہی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت تھی اور بلا شبہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کو عنقریب جہاد کرنے کا حکم بھی دیا جائے گا اور اگر یہ حکم میری زندگی میں ہی نازل ہو گیا تو میں آپ کی حمایت میں لڑوں گا''، جب ورقہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اس درویش کو سفید کپڑوں میں ملبوس جنت میں دیکھا ہے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائے تھے اور میری تصدیق کی تھی۔''

یہ روایت اس دعوے کی بہت مضبوط دلیل ہے کہ سورۂ فاتحہ مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہوئی تھی۔ زیادہ سے زیادہ جو اعتراض اس روایت پر کیا گیا ہے وہ اس کی سند کا انقطاع یا ارسال ہے؛

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: [1]

فهذا منقطع ،فان كان محفوظا فيحتمل أن يّكون خبرا عن نزولها بعد ما نزلت عليه،اقرأ باسم ربك،ويا أيها المدثّر.	اس روایت کی سند میں انقطاع ہے اور اگر اس کی سند محفوظ مان لی جائے تو یہ واقعہ سورہ علق اور سورۂ مدثر کی آیات نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہوگا۔

(جاری ہے)

[1] دلائل النبوة للبيهقي رحمة الله عليه،باب أول سورة نزلت من القرآن،ج:٢ ص:١٥٩.

بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

یہ نعتیہ اشعار عین روضۂ اطہر کے سامنے بیٹھ کر کہے گئے۔

(حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

آدم کے لیے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی مدنی ہاشمی و مُطّلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش و سما جنتِ فردوس
آرام گہِ پاک رسولِ عربیؐ ہے

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسول عربیؐ ہے

اے زائر بیتِ نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبیؐ کی
محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبیؐ ہے

بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج
جو آگ مرے سینے میں مدت سے لگی ہے

Monthly AL HAMID LAHORE

CPL-327